مقروض کو قید کرنے کا شرعی حکم

علامہ صدر شہید

قرض کی وجہ سے قید کرنا

قید کرنے کی شرعی دلیل

سلام بن مسکین کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا:

ان اناسا من اهل الحجاز اقتتلوا فقتلوا بينهم قتيلا فبعث اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فحبسهم
(حجاز کے کچھ لوگوں میں باہمی لڑائی ہوئی اور ان میں سے ایک شخص قتل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل فریق کے آدمیوں کو بلوا کر قید کر دیا)

مصنف (متن) نے یہ روایت یہ ظاہر کرنے کے لئے بیان کی ہے کہ الزام کی وجہ سے قید کرنا شرعا جائز ہے۔ یہ (روایت) اس حدیث کے موافق ہے جو بہز بن حکیم (۱) سے مروی ہے حدیث یہ ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبس رجلا بالتهمة (۲)
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الزام کی وجہ سے ایک شخص کو قید کر دیا)

جس طرح الزام کی وجہ سے قید کرنا جائز ہے اس طرح قرض کی وجہ سے قید کرنا بھی جائز ہے۔ مصنف نے اس باب میں مختلف احادیث کے ذریعہ اسے ثابت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر (م ۱۳ھ)، حضرت عمر (م ۲۳ھ) اور حضرت عثمان (م ۳۵ھ) رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جیل خانے نہیں ہوتے تھے بلکہ اس وقت مسجد یا دہلیز میں قید کیا جاتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی (م ۴۰ھ) عنہ کے دور میں جیل خانہ معرض وجود میں آیا (۳) اسلام میں آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے جیل خانہ بنوایا۔ انہوں نے جیل کو نافع سے موسوم کیا' چونکہ یہ مضبوط نہیں ہوتا تھا اس لئے لوگ اس سے نکل جاتے تھے ۔ آپ نے دوسرا جیل خانہ بنوایا جس کا نام انہوں نے مخیس رکھا' انھوں نے اس کے بارے میں ایک شعر بھی کہا تھا جسے مصنف نے یہاں بیان کیا ہے۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ) نے اس شعر کو کتاب الکفالتہ میں بیان کیا ہے' مگر یہاں دو لفظوں کا فرق ہے۔

شعر یہ ہے:

بنیت [۴] بعد نافع مخیسا [۵] بابا سدیداو امیرا کیسا الاترانی کیسا مکیسا

(میں نے نافع کے بعد مخیس تعمیر کیا جس کا دروازہ مضبوط ہے اور اس پر ایک ہوشیار نگران مقرر کر دیا' کیا تم مجھے ہوشیار اور دانا نہیں سمجھتے؟)

امام محمد نے کتاب الکفالتہ میں اس طرح بیان کیا ہے:

الاترانی کیسا مکیسا بنیت بعد نافع مخیسا [۶] حصنا حصینا وامیرا کیسا

نافع اور مخیس جگہوں کے نام ہیں۔ اہل عرب کے ہاں یہ دستور تھا کہ اپنی جائیدادوں اور املاک کے مخصوص نام رکھ لیتے تھے۔

ابو مجلز (۷) سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبس رجلا من جھینۃ اعتق شقصالہ فی مملوک حتی باع فیہ غنیمۃ لہ (۸)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کے ایک شخص کو قید کیا تھا جس نے ایک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تھا چنانچہ (باقی قیمت ادا کرنے کے لئے)اسے اپنی بکری فروخت کرنا پڑی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض کی وجہ سے کسی کو قید کرنا جائز ہے' اس لئے کہ جب جہینہ کے آدمی نے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اسے اپنے شریک کے حصے کا تاوان دینا

پڑا جس کی وجہ سے وہ مقروض ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۲۳ھ) کے بارے میں یہ روایت ہے:

ان رجلا اتاہ وھو بالجابیۃ [۹] قال یا امیر المومنین عبدی وجدتہ علی امراتی' فقال: ابصر ما تقول؟ فانک مواخذ بما تقول' فاعاد الرجل' فامر عمر رضی اللہ عنہ ابا واقد فقال: خذبیدہ فائتہ عندک حتی تغدو انت وھو علیھا فانظر احق مایقول ام باطل؟ فغدوا علیھا' وقد حفرت حفیرۃ و تھیات وتخطت' فقال لھا ابو واقد: ان ھذا جاء نا عنک بامر منکر' فان کان کاذبا فلا تصدقیہ رجاء ان تتوب' فقالت: صدق' لا واللہ لا اتحملھا مرتین' فامر بھا عمر رضی اللہ عنہ فرجمت [۱۰]

(جب وہ جابیہ میں تھے تو ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے امیر المومنین: میں نے اپنی بیوی پر اپنے غلام کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا: سوچ لو' تم کیا کہہ رہے ہو' جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس میں تمہارا مواخذہ ہو گا۔ اس شخص نے پھر یہی بات دھرائی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو واقد کو حکم دیا اور کہا کہ اس شخص کا ھاتھ پکڑ لو اور اس کو اپنے پاس رکھو حتی کہ صبح کے وقت تم اس کو اس کی بیوی کے پاس لے جاو اور یہ جائزہ لو کہ اس نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ 'چنانچہ یہ دونوں صبح کے وقت اس عورت کے پاس چلے گئے۔ اس عورت نے ایک گڑھا کھود رکھا تھا جس میں اپنے آپ کو اس نے محفوظ کیا ہوا تھا۔ ابو واقد نے اس عورت سے کہا: یہ شخص تمہارے بارے میں ہمارے پاس ایک بری خبر لایا تھا' اگر اس میں جھوٹا ہے تو تم اس کی تصدیق مت کرو۔ اس امید پر کہ تم توبہ کر لوگی' اس عورت نے جواب دیا: اس نے سچ کہا ہے' خدا کی قسم میں دھرا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ اس پر حضرت عمر نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دے دیا)

بظاہر یہ حدیث امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) کے [illegible] ہمارے خلاف حجت ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت پر ایک [illegible] اقرار کرنے کی وجہ سے حد جاری کرنے کا حکم دیا تھا۔ ہمارے خیال میں حدیث میں [illegible] اس عورت نے اقرار کیا

☆ اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ ☆ حدیث شریف کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو (ابوحنیفہ) ☆

تو مشتری اس کے سامان کی صحیح قیمت نہیں دیتا۔

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ اگر مقروض کے پاس غیر منقولہ جائیداد (زمین) ہو تو اس کو قید کیا جائے تاکہ وہ اسے اسے فروخت کرکے اس سے قرض ادا کردے' خواہ مشتری اس کی معمولی قیمت ہی کیوں نہ ادا کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (م ۵۷ھ) نے قرض خواہ سے یہ پوچھا کہ مقروض کے پاس عین مال ہے؟ یہ ان کی ذاتی رائے ہے مگر دوسرے قاضیوں کی آراء مختلف ہیں۔ ہمارے نزدیک قاضی مدعی سے ایسا سوال نہ کرے' جب تک کہ مدعا علیہ قاضی سے مدعی سے سوال کرنے کے لئے نہ کہے' جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔ اس شخص نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا کہ مدعا علیہ کے پاس مال نہیں ہے تو انہوں نے مدعی سے کہا: اسے چھوڑ دو' یہ شخص تمہارے لئے' اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے کمائے' کیونکہ قید کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مدعا علیہ کا دل تنگی محسوس کرے اور اس طرح وہ قرض کی ادائیگی میں مصروف ہو جائے اگر اس کے پاس کچھ بھی نہیں تو اسے قید کرنے کا فائدہ؟

طلق بن معاویہ فرماتے ہیں:

کان لی علی رجل ثلاثمائة درهم فخاصمته الی شریح' فقال الرجل: انهم وعدونی ان یحسنوا الی' فقال شریح: ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها' وامر بحبسه وما طلبت الیه ان یحبسه حتی صالحنی علی مائة و خمسین درهما [۱۲]

(میرے تین سو درہم ایک شخص کے ذمہ تھے۔ میں نے قاضی شریح کے پاس اس شخص کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا' تو اس شخص نے کہا: ان لوگوں نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ وہ مجھ سے حسن سلوک کریں گے۔ قاضی شریح نے کہا: اللہ تعالی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کو ادا کردو۔ انہوں نے اس شخص کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ حالانکہ میں نے قاضی صاحب سے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا کہ وہ اسے محبوس کریں یہاں تک کہ اس نے میرے ساتھ ایک سو پچاس درھم پر مصالحت کر لی)

تھا مگر اس میں یہ ذکر نہیں کہ اس نے گڑھے سے نکل کر چار مجالس میں چار مرتبہ اقرار کیا تھا یا نہیں' اس میں دونوں طرح کا احتمال ہے۔

عورت کا کہنا "خدا کی قسم میں دہرا بوجھ نہیں اٹھا سکتی" اس سے اس کی مراد ایک زنا کا بوجھ تھا اور دوسرا جھوٹ بولنے کا بوجھ۔

کیا قید کرنے کے لئے مدعی کا مطالبہ کرنا شرط ہے؟

روایت ہے:

ان رجلا اتی ابا هریرة رضی الله عنه بغریم له فقال: احبسه لی' فقال ابوهریرة: هل تعلم له عین مال ناخذه به؟ قال: لا' قال: فهل تعلم له عقارا نکسرد قال: لا قال: فما ترید منه؟ قال: احبسه' قال: لا' ولکن دعه لیطلب لک ولنفسه ولعیاله (۱۱)

(ایک شخص اپنے ایک مقروض کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور کہا: آپ اس کو قید کر دیں۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: کیا تمہارے علم کے مطابق اس کے پاس عین مال ہے؟ تاکہ ہم اس سے یہ مال لے لیں۔ اس نے نفی میں جواب دیا' پھر حضرت ابوہریرہ نے پوچھا: کیا تمہارے علم میں اس کے پاس کوئی غیر منقولہ جائیداد ہے تاکہ ہم اسے سستے دام میں فروخت کر ڈالیں۔ اس نے جواب دیا: نہیں ہے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: اس سے کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: آپ اس کو قید کر دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم اسے چھوڑ دو تاکہ یہ تمہارے لئے' اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی ذریعہ معاش تلاش کرے)۔

حضرت ابوہریرہ (م ۵۷ھ) کا یہ کہنا: "کیا تمہارے علم کے مطابق اس کے پاس عین مال ہے تاکہ ہم اس سے یہ لے لیں" عین مال سے نقد مال مراد ہے' اس لئے کہ عین (مال) سامان اور نقدی دونوں کو شامل ہے لیکن جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد نقدی ہوتی ہے۔ ان کا یہ کہنا "کیا اس کے پاس کوئی غیر منقولہ جائیداد ہے تاکہ ہم اس کو سستے داموں فروخت کر دیں" یعنی ہم اس کو معمولی قیمت میں فروخت کر دیں' اس لئے کہ بائع جب مجبوری کی حالت میں ہوتا ہے

قاضی شریح نے مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعا علیہ کو قید کر دیا یہ ان کا مسلک ہے، مگر اس بارے میں دیگر قاضیوں کا اپنا اپنا مسلک ہے، ہمارے نزدیک مدعا علیہ کے ذمہ مال ثابت ہو جائے تو قاضی اس کو قید نہ کرے جب تک مدعی ایسا کرنے کے لئے قاضی سے نہ کہے۔

قاضی شریح کا یہ کہنا ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتوں کو ان کے حقداروں کے حوالے کر دو)۔ انہوں نے امانت کا اطلاق قرض پر کیا ہے۔

علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم "ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلہا" (۱۳) کے مفہوم میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد امانتیں اور عاریتہ لی ہوئی چیزیں ہیں، بعض کے نزدیک اس سے مراد کعبتہ اللہ کی چابی بنو شیبہ کو واپس کرنا ہے (۱۴) بعض کے نزدیک اس سے مراد قرضے ہیں۔ بعض کے نزدیک قرضے اور امانتیں دونوں مراد ہیں اور قاضی شریح کا مسلک چوتھے قول کے مطابق ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر مبلغ ڈیڑھ صد درہم پر مصالحت ہو گئی، اس لئے کہ مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کر کے اس سے حسن سلوک روا رکھا، یعنی آدھی نقدی چھوڑ دی۔

شعبی (م ۱۰۳ھ) سے مروی ہے:

اذا لم احبس فی الدین فانا اتویت حقہ (۱۵)

(اگر میں قرض کے معاملے میں مدعا علیہ کو قید نہ کروں تو میں نے مدعی کا حق ضائع کر دیا)

اس لئے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ قاضی قرض کی وجہ سے قید نہیں کرتا تو وہ قرض کی ادائیگی کا کوئی مقدمہ قاضی کے پاس لے کر نہیں آئیں گے اس طرح ایک انسان کا حق ضائع ہو جائے گا اور اس کا حق ضائع کرنے والا قاضی ہو گا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۴۰ھ) کے بارے میں مذکور ہے کہ:

انہ کان اذا اتاہ الرجل بالرجل وقال ان لی علیہ دینا فقال : الہ مال؟ فان کان لہ مال

اخذناہ لک' فان قال:قد لجاہ' قال: اقم بینۃ ان لجاہ والا حلفہ باللہ مالجاہ' فان قال: احبسہ قال : لا اعینک علی ظلمہ فان قال : فانی الزمہ قال: ان لزمتہ کنت لہ ظالما' ولا احول بینک و بینہ'

(جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ان کی خدمت میں لاتا اور کہتا کہ اس کے ذمہ میرا قرضہ ہے۔ تو آپ اس شخص سے پوچھتے: کیا اس کے پاس مال ہے؟ اس کے پاس اگر مال ہے تو ہم اس سے یہ تمہارے لئے لے لیں گے۔ پھر اگر وہ کہتا کہ اس نے میرے بیع تلجئہ کی ہے' تو آپ فرماتے:تم ثبوت پیش کرو کہ اس نے تمہارے ساتھ بیع تلجئہ کی ہے ورنہ اسے یہ حلف دو کہ اس نے تمہارے ساتھ بیع تلجئہ کی ہے ورنہ اسے یہ حلف دو کہ اس نے تمہارے ساتھ بیع تلجئہ نہیں کی تھی'اگر وہ کہتا کہ اس کو قید کریں تو آپ فرماتے: اس کے ساتھ ناانصافی کرنے میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ اگر وہ کہتا: پھر میں اس کے درپئے ہو جاتا ہوں ۔ تو آپ فرماتے : تم اپنا قرض وصول کرنے کے لئے اس کے درپئے ہوئے تو تم ظالم قرار دیئے جاو گے' میں تمہارے اور اس کے درمیان حائل نہیں ہوں گا)

یہاں حضرت علی نے مدعی سے سوال کیا : کیا اس کے پاس مال ہے؟ یہ ان کا مسلک ہے جس طرح حضرت ابوہریرہ کا مسلک ہے'ہمارا مسلک یہ ہے کہ قاضی مدعی سے اس قسم کا سوال نہ کرے ۔ مدعی کا کہنا "قد لجاہ" اس سے مراد بیع تلجئہ ہے'اس کی صورت کتاب الاکراہ میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ تم ثبوت پیش کرو کہ اس نے تمہارے ساتھ بیع تلجئہ کی ہے ورنہ اس سے یہ قسم لو کہ اس نے تمہارے ساتھ بیع تلجئہ نہیں کی ۔ اس لئے ہے کہ وہ ایک لحاظ سے دعوی کر رہا ہے اور آپ نے اس کو ثبوت پیش کرنے اور دوسرے فریق سے قسم لینے کے لئے کہا تھا' مدعی اگر کہتا کہ آپ اس آدمی کو میرے لئے قید کرلیں تو آپ فرماتے: اس آدمی پر ظلم کرنے میں تمہاری مدد نہیں کروں گا اس لئے کہ جب مدعا علیہ نے قسم کھالی تو اس کا آسودہ حال ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اس صورت میں اس کو قید کرنا ظلم ہے' مدعی اگر کہتا کہ میں اس کے درپئے ہوتا ہوں تو آپ فرماتے: تم ظالم بنو گے میں تمہارے اور اس کے درمیان

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

حائل نہیں ہوں گا۔

مصنف نے مندرجہ ذیل دو مسائل کو بیان نہیں کیا:

ایک یہ کہ اگر مدعا علیہ کے پاس مال نہ ہو اور مدعی بھی اس کا اقرار کر لے اور اس کی بنیاد پر قاضی مدعا علیہ کو قید نہ کرے تو کیا قاضی مدعی کو اس کے درپے ہونے سے روک سکتا ہے؟

عام علماء کے نزدیک قاضی نہیں روک سکتا۔ اسماعیل بن حماد نے کہا ہے کہ روک سکتا ہے۔ ان کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ "اگر تم اس کے درپے ہوئے تو ظالم ہو گے"، علاوہ ازیں مدعا علیہ تنگدست ہے اور تنگدست آدمی اس بات کا حق دار ہے کہ اسے آسودہ حال ہونے تک مہلت دی جائے۔ اس کی حیثیت اس شخص کی طرح ہے کہ جس کو تاخیر سے قرض ادا کرنے کی مہلت کا حق دار ٹھہرایا گیا ہو، اگر قرض خواہ نے اس کے لئے میعاد مقرر کر دی ہو تو پھر وہ اس کے درپے نہیں ہو سکتا، اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہے۔

عام علماء ابی بن کعب کی اس روایت کو حجت بناتے ہیں: فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رآہ لازم غریمالہ عند ساریۃ فلم ینکر علیہ [۱۶] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ وہ ستون کے پاس اپنے ایک مقروض کے درپے تھے اور آپ نے اس امر کو برا نہیں سمجھا) علاوہ ازیں آپ کا فرمان ہے: لصاحب الحق الید واللسان "حق دار کے پاس ہاتھ اور زبان ہے" ہاتھ سے مراد درپے ہونا اور زبان سے مراد تقاضا کرنا ہے۔

ان علماء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بھی دلیل بنایا ہے کہ "میں تمہارے اور اس کے درمیان حائل نہیں ہوں گا" مزید یہ کہ اگر اسے یہ پتہ چل جائے کہ اس کے پاس مال ہے تو وہ اس کے درپے ہو کر اپنا قرض وصول کر سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر مدعی کو درپے ہونے کا اختیار دیا جائے اور وہ اس کے درپے ہو جائے تو کیا اس صورت میں وہ گناہ گار ہو گا؟ بعض علماء کے نزدیک وہ گنہگار ہو گا۔ ان کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ "اگر تم اس کے درپے ہوئے تو تم گنہگار ہو گے"۔ اکثر علماء کے نزدیک وہ گنہگار نہیں ہو گا، ان

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کی دلیل حضرت ابی بن کعب والی روایت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی روایت کیونکہ انھوں نے درپئے ہونے سے منع نہیں کیا تھا' مدعی اگر درپئے ہونے سے گناہ گار ہوتا تو آپ اس کو اس سے روک دیتے۔

اگر ایک آدمی کسی شخص کو قاضی کے پاس لائے اور اس کے اقرار یا ثبوت کی وجہ سے اس شخص کے ذمہ اس آدمی کا مال ثابت ہو جائے تو ہمارے نزدیک قاضی اس شخص کو قید نہ کرے' جب تک کہ مدعی اس کو قید کرنے کا مطالبہ نہ کرے' قاضی شریح نے یہ کہا ہے کہ قاضی اس کو قید کرے' یہ مسئلہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔

اگر مدعی نے اس قید کرنے کا مطالبہ کیا تو قاضی اس کو قید کرنے میں تامل سے کام لے' جلد بازی نہ کرے' اور اس کو حق ادا کرنے کا حکم دے۔ اگر مدعا علیہ قاضی کی ھدایت پر عمل نہ کرے اور مدعی دوبارہ اسے قید کرنے کا مطالبہ کرے' تو قاضی اس کو قید کر دے۔

مصنف نے اس قرضہ کو جو اقرار سے ثابت ہو اور اس قرضہ کو جو گواہوں کے ذریعہ ثابت ہو دونوں کو ایک ہی حیثیت دی ہے اور یہ کہا ہے کہ قاضی مدعا علیہ کو پہلے مرحلہ پر قید نہ کرے' یہ ان کی اپنی رائے ہے' ہمارے نزدیک مدعا علیہ کے اقرار کی صورت میں قاضی اس کو پہلے مرحلہ پر قید نہ کرے مگر گواہوں کے ذریعہ ثابت ہونے والے قرضہ پر اس کو قید کر دے۔

ان دونوں صورتوں میں فرق ہے' مدعا علیہ کو قید کرنا اس وقت ضروری ہے جب وہ دولت مند ہو اور اس کے بیان سے ٹال مٹول نمایاں ہو' لیکن اگر اس نے اقرار کر لیا تو اس سے ٹال مٹول ظاہر نہ ہوئی' اس لئے کہ اقرار کرنے والا یہ حجت پیش کر سکتا ہے کہ میرا خیال تھا کہ آپ مجھے مہلت دے دیں گے' اگر مہلت نہیں دینا چاہتے تو میں آپ کا قرض ادا کرتا ہوں۔ لیکن جب مدعا علیہ قرض سے انکار کر دے' اس کے بعد گواہوں کے ذریعہ اس کے ذمہ قرض ثابت ہو جائے تو اب اس کی ٹال مٹول ثابت ہو گئی جب اس کو قید کرنے کا وقت ہو جائے تو قاضی اس سے یہ سوال نہ کرے کہ کیا تمہارے پاس مال ہے؟

مصنف (متن) فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ قاضی مدعا علیہ کو قید نہ کرے

جب تک کہ اس سے یہ سوال نہ کرے کہ کیا تمہارے پاس مال ہے؟ اور اس سے اس پر قسم بھی لے، اگر اس نے یہ اقرار کرلیا کہ اس کے پاس مال ہے تو قاضی اس کو قید کرے اور اگر کہے کہ میرے پاس مال نہیں تو قاضی مدعی سے کہے کہ تم ثابت کرو کہ اس کے پاس مال ہے پھر میں اس کو قید کروں گا۔ بعض قاضیوں کا یہی مسلک ہے۔

کتاب النوادر میں ہمارے آئمہ کرام سے یہ روایت مروی ہے کہ قاضی مدعا علیہ سے یہ دریافت کرے کہ کیا تمہارے پاس مال ہے؟ وہ مدعی سے یہ سوال نہ کرے کہ اس کے پاس مال ہے؟ حضرت ابوہریرہ (م ۵۷ھ) کے نزدیک قاضی مدعی سے اس طرح کا سوال کرے، بعض قاضیوں کا یہی مسلک ہے۔

مقروض اگر قاضی سے یہ مطالبہ کرے کہ اس بارے میں مدعی سے پوچھا جائے تو متفقہ طور پر قاضی مدعی سے سوال کرے۔ مقروض اور قاضی اگر مدعی سے سوال کریں اور مدعی کہے کہ مدعا علیہ خوشحال ہے اور مقروض کہے کہ نہیں میں تنگدست ہوں، تو اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟ اس بارے میں یہ مختلف اقوال ہیں:

مصنف (متن) کے نزدیک مقروض کا بیان معتبر ہوگا، کیونکہ نوع بنی آدم میں اصل چیز تنگدستی ہے اور مقروض نے اصل چیز کو دلیل میں پیش کیا ہے اور قرض خواہ نے جس چیز کا دعوی کیا ہے وہ ایک عارضی چیز ہے، لہٰذا مقروض کا قول معتبر ہوگا۔

بعض کہتے ہیں کہ قرض اگر کسی ایسی چیز کا بدل واجب الادا ہے جو مال ہے مثلاً وہ کسی سامان کی قیمت ہے یا وہ قرض کا بدل ہے تو اس صورت میں مدعی کا بیان معتبر ہوگا اور اگر قرض کسی ایسی چیز کا بدل واجب الاداء ہے جو مال نہیں تو اس صورت میں مدعا علیہ کا بیان معتبر ہوگا۔ اس لئے کہ اگر قرض ایسی چیز کا بدل واجب الاداء ہے جو مال ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مال اس کی ملک میں ہونے کی وجہ سے اس کو قرض ادا کرنے پر قدرت ہے، اگرچہ اس سے ملک کے زائل ہونے کا احتمال رہتا ہے اور اگر قرض ایسی چیز کا بدل واجب الاداء ہے جو مال نہیں تو اس سے قرض کی ادائیگی پر اس کی قدرت معلوم نہیں ہوتی، اس لئے وہ اصل چیز کو دلیل میں پیش کرتا ہے، یعنی وہ غریب ہے۔ اس مسئلہ کی درج ذیل دو مسئلے تائید کرتے ہیں۔

☆ قال الشافعی رحمه الله تعالى : الفقهاء كلهم عيال ابى حنيفه فى الفقه ☆

پہلا مسئلہ کتاب النکاح میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے خلاف دعوی کیا کہ وہ امیر ہے اور اس نے شوہر پر امراء والے نفقہ کا دعوی کیا' شوہر نے یہ دعوی کیا کہ وہ غریب ہے لہٰذا اس کے ذمہ غرباء والا نفقہ ہے' اس صورت میں شوہر کا بیان معتبر ہو گا کیونکہ وہ سبب جس کے ذریعے اس پر نفقہ لازم ہوتا ہے وہ بطور قرض اس کے ذمہ ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں جس سے وہ یہ قرض ادا کرنے پر قادر ہو' چنانچہ وہ اصل چیز کے ساتھ متمسک ٹھہرا (یعنی وہ غریب ہے)۔

دوسرا مسئلہ کتاب العتاق میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر دو حصہ داروں میں سے ایک حصہ دار نے مشترک غلام کو آزاد کر دیا اور اس نے بیان کیا کہ وہ غریب ہے' تو اس کا بیان قابل قبول ہو گا' اس لئے کہ یہ تاوان اس کے ذمہ ایسے سبب سے لازم ہو رہا ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں۔

مصنف (متن) نے مذکورہ بالا رائے کو امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) اور امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) رحمہما اللہ تعالی عنہ کی طرف منسوب کیا ہے' مگر قاضی اسبیجانی (۱۸) نے فقیہ ابو جعفر الہندوانی کی طرف منسوب کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر قرض براہ راست عقد کی وجہ سے واجب الادا ہے تو مدعی کا بیان قابل قبول ہو گا اور اگر براہ راست عقد کی وجہ سے واجب الادا نہیں بلکہ حکمی طور پر واجب الادا ہے تو پھر مقروض کا بیان معتبر ہو گا' اس لئے کہ انسان کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسا کام شروع نہیں کرتا جس پر اس کو قدرت حاصل نہیں اور خود پر ایسی چیز کو لازم نہیں کرتا جس کو وہ پورا نہیں کر سکتا۔

علماء کے اس قول کے مطابق ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کہ قرض ایسی چیز کا بدل ہو جو مال ہے یا ایسی چیز کا بدل ہو جو مال نہیں' اس نظریہ کے حامل علماء نے مسئلہ نفقہ 'مسئلہ عتق اور قرض کے درمیان فرق کیا ہے' ان کا کہنا ہے کہ نفقہ اور ضمان عتق قرض نہیں ہے بلکہ یہ صلہ ہے۔ نفقہ موت کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور اس طرح امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کے نزدیک عتق کا تاوان بھی ساقط ہو جاتا ہے' شمس الائمہ امام سرخسی (م ۴۸۳ھ) نے اس قول کو فقیہ ابو جعفر الہندوانی کی طرف منسوب کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مدعا علیہ (مقروض) کے لباس کو دیکھا جائے گا۔ مقروض نے اگر غرباء والا لباس زیب تن کیا ہوا ہو تو اس کا بیان معتبر ہوگا اور اگر دولت مندوں جیسا لباس پہنا ہوا ہو تو اس صورت میں مدعی کا بیان معتبر ہوگا' اس لئے کہ لباس اس کے مالدار ہونے کی علامت ہے' لیکن علویوں اور فقہاء پر لباس کے اس معیار کا اطلاق نہیں ہوگا' شمس الائمہ امام حلوانی (م ۴۴۸ھ) نے اس قول کو امام ابو جعفر الھندوانی (م ۳۶۲ھ) کی طرف منسوب کیا ہے۔

اس قول کے حامی کہتے کہ اگر مقروض کے تن پر فقراء جیسا لباس ہو اور مدعی یہ دعویٰ کرے کہ اس کا وہ لباس نہیں ہے جو اس وقت اس نے پہنا ہوا ہے' عدالت میں پیش ہونے سے پیشتر اس کا لباس امراء جیسا تھا' تو اس صورت میں قاضی مدعی کو ثبوت پیش کرنے کے لئے کہے اگر مدعی ثبوت پیش کر دے تو وہ اس کی سماعت کرے اور اس کے بیان کو معتبر قرار دے اور اگر ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہے تو مقروض کے موجودہ لباس کی بناء پر اس کے قول کو معتبر سمجھے۔

قیدی کے ضروری کوائف کا اندراج

جب قاضی مقروض کو قید کر دے تو اپنے رجسٹر میں اس کا نام و نسب تحریر کر لے۔ اس شخص کا نام بھی لکھ لے جس کی وجہ سے اسے قید کیا گیا ہے۔ اس حق کی مقدار بھی لکھ لے جس کی بناء پر اس کو قید کیا گیا ہے اور قید کرنے کی تاریخ بھی نوٹ کرے' قاضی یوں لکھے:

فلاں ولد فلاں کو' فلاں ولد فلاں کی وجہ سے اتنے درہم میں فلاں دن' مہینہ اور سال میں قید کیا گیا ہے۔

قیدی کا نام و نسب لکھنا اس لئے ضروری ہے کہ بعض اوقات مدعی قاضی سے مطالبہ کرتا ہے کہ قیدی کو اس کے حوالہ کیا جائے' اس لئے قاضی کو اس کے نام و نسب کا پتہ ہونا چاہئے' تاکہ وہ جیل کے داروغہ سے کہہ دے کہ قیدی کو مدعی کے سپرد کر دیا جائے۔

جس شخص کی وجہ سے مقروض کو قید کیا گیا ہو اس کا نام لکھنا بھی ضروری ہے' اس لئے کہ اگر قاضی نے اس کا نام نہیں لکھا' تو ہو سکتا ہے کوئی دوسرا شخص قاضی کے پاس آ کر دعوی کرے کہ اس کو میرے قرض کی وجہ سے قید کیا گیا ہے اور وہ اس کو قید سے نکلوانا چاہتا ہو اور اس طرح قیدی قاضی کے قابو سے نکل جائے' حالانکہ جس شخص کی وجہ سے اس کو قید کیا گیا ہے وہ کوئی اور شخص ہے۔

قاضی حق کے مقدار بھی لکھ لے' اس لئے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ قیدی تھوڑا سا مال لے آئے اور قاضی سے کہے کہ آپ نے مجھے مال کی اتنی مقدار کی وجہ سے قید کیا تھا' پھر وہ اس مال کو قاضی کے حوالہ کر کے بھاگ جائے۔ قاضی قید کرنے کی تاریخ بھی نوٹ کر لے' اس لئے کہ بعض اوقات اسے مقروض کے افلاس (دیوالیہ) پر گواہوں کی سماعت کرنا پڑے گی اور وہ اس کی مدت قید ختم ہونے کے بعد اس کے گواہوں کی سماعت کرے گا' اس لئے اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کیا یہ مدت ختم ہو گئی ہے اور یہ قید کرنے کی تاریخ سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

قید ہو جانے کے بعد افلاس (دیوالیہ) پر ثبوت

مقروض اگر قید ہونے کے بعد اپنے مفلس ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے تو یہ بالاتفاق قبول کیا جائے گا' امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد (م ۱۸۹ھ) رحمہم اللہ تعالی کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا قاضی اس کو مفلس قرار دے سکتا ہے؟ اور اس پر مال میں تصرف کرنے کی پابندی لگا سکتا ہے؟

امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاضی نہ اس کے مفلس ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور نہ اس پر مال میں تصرف کرنے کی پابندی لگا سکتا ہے۔ صاحبین کے نزدیک قاضی اس کے مفلس ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور اس پر مال میں تصرف کرنے کی پابندی بھی لگا سکتا ہے' مگر اس کے مفلس ہونے کا ثبوت اس وقت قبول کیا جائے گا جب اس کی مدت قید گزر چکی ہو۔

قید کی مدت کتنی ہونی چاہئے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام محمد بن حسن' امام ابو حنیفہ سے کتاب الحوالہ اور کتاب الکفالہ میں یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ قید کرنے کی مدت

دو یا تین مہینے مقرر کرنی چاہئے۔ امام حسن (م ۲۰۴ھ) نے امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ مدت چار سے چھ ماہ تک ہو۔ امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) نے ایک ماہ کی مدت بیان کی ہے۔ شمس الائمہ امام حلوانی (م ۴۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ اس بارے میں امام طحاوی کا قول مناسب ترین ہے۔ اس لئے کہ جو مدت ایک ماہ سے زائد ہے وہ اس مقروض کے لئے ہے جس کو مہلت دی گئی ہو اور جو مدت ایک ماہ تک ہے وہ اس مقروض کے لئے ہے جس کو جلدی قرض ادا کرنا ہو۔ اس طرح کم از کم مدت ایک ماہ ہے اور زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں۔

صحیح یہ ہے کہ مقروض کو قید کرنے کی مدت لازمی طور پر متعین نہیں ہے' اس کا انحصار قاضی کی صوابدید پر ہے۔ اگر مقروض کو قید ہوئے چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہو' مگر قاضی کی رائے میں پھر بھی وہ سرکش ہے تو وہ اس کو قید میں رکھے اور اگر ایک ماہ یا کم مدت میں قاضی کی رائے میں وہ سرکش نہیں ہے تو وہ اس کو رہا کر دے۔ امام محمد کے اس قول کا یہی مطلب ہے جو انہوں نے مدت کی تعیین کے بارے میں بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مدت کی تعیین اس وقت ہے جب مقروض کا معاملہ مجھ پر مشتبہ ہو' یعنی یہ معلوم نہ ہو سکے کہ مقروض غریب ہے یا امیر' مگر جب اس کے معاملہ میں مجھے کوئی شبہ نہ ہو تو پھر فوراً اس کے بارے میں کارروائی کرتا ہوں' یعنی جب مقروض پر فقر کے آثار نمایاں ہوں تو میں اس کے مفلس ہونے پر گواہوں کو قبول کر لیتا ہوں' اور اسے رہا کر دیتا ہوں۔

یہ صورت اس وقت ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ مقروض واقعی غریب ہے اور اس کے خوش حال ہونے تک اس کو مہلت دینا اس کے لئے ثابت ہو جائے۔ اس صورت میں مقروض کو قید کئے رکھنا اس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ اگر قاضی کو اس کی کیفیت حال کے بارے میں مشکل پیش آ رہی ہو تو وہ یہ دیکھے کہ اگر وہ شخص نرم رویہ اختیار کرتا ہے' یا وہ عیال دار ہے اور اس کے اہل و عیال نے قاضی کے پاس اپیل کی ہے تو وہ اس کو ایک ماہ تک قید میں رکھے' بعد میں اس کی کیفیت حال کے بارے میں معلومات کرے اور اس کے مفلس ہونے پر گواہوں کی سماعت کرے۔ اگر وہ اپنے فریق کو جواب دینے کے معاملے میں سخت رویہ اختیار کرے تو قاضی اسے چھ ماہ تک قید میں رکھے' بعد میں اس کی کیفیت کے بارے میں دریافت کرے اور اس کے مفلس ہونے پر گواہوں کی شہادت کو قبول کرے۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

قید ہونے سے پیشتر دیوالیہ ہونے کا ثبوت

اگر قید ہونے سے پیشتر مقروض اپنے مفلس ہونے کا ثبوت پیش کرے تو کیا اس کا یہ ثبوت قبول کیا جائے گا؟ اس بارے میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت کے مطابق قبول کیا جائے گا' امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری (م ۳۸۱ھ) نے اسی پر فتویٰ دیا تھا ان کی اس رائے کی تائید میں کتاب الکفالہ میں ایک روایت موجود ہے جو اس کے شروع میں بیان کی گئی ہے۔ دوسری روایت کے مطابق قبول نہیں کیا جائے گا' مصنف نے اس باب کے آخر میں یہی بیان کیا ہے' عام مشائخ کا اس پر فتویٰ ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔

قید کی مدت گزارنے سے پیشتر افلاس پر ثبوت

اگر مدعا علیہ (مقروض) نے قید ہونے کے بعد اور مدت قید گزارنے سے پیشتر اپنے مفلس ہونے کا ثبوت پیش کیا اور گواہوں نے اس کے مفلس ہونے کی گواہی دی تو مصنف (متن) فرماتے ہیں کہ قاضی ان کی گواہی قبول کرلے اور مدعا علیہ کو قید سے نکال دے اور اسے دیوالیہ قرار دے دے۔

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جب قاضی کو اس شخص کی کیفیت حال کے بارے میں کوئی اشکال نہ ہو اگر کوئی اشکال ہو تو مقررہ مدت گزرنے سے پیشتر قاضی گواہوں کی گواہی کو قبول نہ کرے۔ یہ مقررہ مدت جب ختم ہو جائے تو قاضی کو اس شخص کی کیفیت حال معلوم کرنا چاہئے' وہ اس شخص کی طرف رجوع کرے جو اس کے حالات سے واقف ہو۔ قاضی اس کے ان پڑوسیوں اہل محلّہ' دوستوں اور بازار کے دوکانداروں سے اس کے بارے میں دریافت کرے جو قابل اعتماد ہوں' اس لئے کہ ہو سکتا ہے فاسق لوگ اس معاملے میں جھوٹ بولیں۔

اگر یہ لوگ کہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ اس کے پاس مال ہے تو قاضی اسے مفلس قرار دے اور قید سے نکال دے' عام علماء کے نزدیک قاضی مدعی اور اس کے درپے ہونے کے درمیان حائل نہ ہو' اسماعیل بن حماد (م ۲۱۲ھ) کے قول کے مطابق قاضی حائل ہو۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

مدعی کو چاہئے کہ وہ شروع میں اس کے درپئے نہ ہو بلکہ وہ مدعا علیہ سے ضامن لے لے، اگر وہ ضامن دے دے تو فبہا اور اگر ضامن دینے سے انکار کرے تو پھر مدعی اس کے درپئے ہو جائے۔ اس مسئلہ کی تفصیل قبل ازیں گزر چکی ہے۔

اگر اس کے مفلس ہونے کا ثبوت فراہم ہونے کے بعد مدعی یہ ثابت کرے کہ وہ خوشحال اور امیر ہے تو قاضی مدعی کا ثبوت قبول کرے، اس لئے کہ مدعی کا ثبوت اثبات کے لئے ہے اور مدعا علیہ کا ثبوت نفی کے لئے ہے۔ ثبوت پیش کرنا اثبات کے لئے جائز کیا گیا ہے نہ کہ نفی کے لئے۔

قرض ادا نہ کرنے والے مال دار کی قید:

قاضی نے ایسے شخص کو قید کیا جس کے پاس اموال ہیں مگر وہ قرض ادا نہیں کرتا، اگر اس کے پاس ایسا مال ہے جو قرض کی جنس سے ہو مثلاً وہ دراہم کا مقروض ہے اور اس کے پاس بھی دراہم ہیں، تو قاضی اس کے اسی مال سے قرض ادا کرے۔ اس لئے کہ اگر قرض خواہ اپنے حق کی جنس پر قابو پا لیتا تو اس کو لینے کا اختیار تھا، نیز قاضی بھی اس معاملے میں اس کی مدد کرتا، اگر اس کے ذمہ دراہم کا قرض ہے مگر اس کے پاس جو مال ہے وہ دینار ہیں یا اس کے برعکس صورت ہے تو امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) کے قول کے مطابق قیاس (اصول عامہ) کا تقاضا یہ ہے کہ دراہم کے بدلے دینار خرچ نہ کئے جائیں اور اس سے اس کا قرض ادا نہ کیا جائے، اس لئے کہ یہ دونوں مختلف جنس ہیں، قرض خواہ کو دینار لینے کے لئے اپنا ہاتھ نہیں بڑھانا چاہئے، جب کہ اس کا قرض دراہم میں ہو یا اس کے برعکس صورت ہو۔

استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ دینار خرچ کر کے اس کا قرضہ ادا کر دینا چاہئے، درہم و دینار اگرچہ صورت و عین کے لحاظ سے مختلف جنس ہیں مگر اصل زر ہونے میں ان کی جنس ایک ہے اور قرض خواہ کا حق عین میں ہے۔ اگرچہ عین ہونے کے اعتبار سے ان کی جنس الگ الگ ہے، مگر اصل زر میں قاضی کا اختیار ثابت ہے۔ اصل زر ہونے میں چونکہ ان کی جنس ایک ہے اس لئے قرض خواہ کو تو دراہم کی بجائے دینار لینے کا اختیار نہیں البتہ قاضی کو دراہم کے بدلے دینار

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

خرچ کرنے کا اختیار ہے۔

مقروض کے پاس اگر نقدی کے بجائے سازو سامان ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاضی اس کو اس کے قرض میں فروخت نہ کرے' وہ مقروض کو اس وقت تک قید میں رکھے جب تک کہ مقروض خود یہ سامان فروخت کرے اور قرض ادا کرے۔ صاحبین کی ایک روایت کے مطابق قاضی اس سامان کو فروخت کر دے' اگر مقروض کے پاس غیر منقولہ جائیداد ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاضی اس کو فروخت نہ کرے' اس بارے میں صاحبین سے دو روایتیں ہیں۔

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی فروخت کر دے' اس مسئلہ کی صحیح جگہ کتاب الکفالہ والحوالہ اور کتاب الحجر میں ہے۔ صاحبین کے نزدیک قاضی کو فروخت کرنے کا اختیار حاصل ہے اس لئے وہ سب سے پہلے اس کا سازو سامان فروخت کرے۔ اگر قرض کی ادائیگی سامان فروخت کرنے سے پوری نہیں ہوتی تو اس کے بعد وہ اس کی غیر منقولہ جائیداد فروخت کرے۔ قرض ادا کرنے کے معاملے میں اموال فروخت کرنے کی ترتیب ہم نے الجامع کی کتاب الزکاۃ میں بیان کی ہے۔

مفلس قیدی سے ضمانت

ایک شخص اپنے مقروض کو قید کرانے کے بعد کہیں غائب ہو گیا۔ قاضی نے مقروض قیدی سے بھی دریافت کیا مگر مدعی کو غیر حاضر پایا' تو اس صورت میں قاضی قیدی سے ضامن لے کر اس کو رہا کر دے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جب مقروض کی مدت قید ختم ہو چکی ہو اور قاضی نے اس کی حالت کے بارے میں دریافت کیا تو اسے مفلس پایا' قاضی اس کو اس لئے رہا کرے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مدعی غائب ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ مقروض قید میں پڑا رہے' اس سے تو مقروض کو نقصان پہنچے گا۔ قاضی مدعی کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سے ضامن لے لے' اس لئے کہ اگر مدعی موجود ہوتا تو قاضی کے رہا کرنے کے بعد وہ اس کے درپے ہو جاتا' چونکہ مدعی موجود نہیں ہے اس لئے قاضی اس صورت میں

مقروض سے ضامن لے لے۔ یہ حکم مدعی کے مفاد کے پیش نظر ہے۔

مقروض کا (درپئے ہونے کی بجائے) قید کرنے کا مطالبہ

مقروض نے قرض کا اقرار کرلیا اور مدعی اپنا قرض وصول کرنے کے لئے اس کے درپئے ہونا چاہتا ہے مگر مقروض قاضی سے کہتا ہے کہ مجھے قید میں رکھیں' تو اس صورت میں قرض خواہ کی رائے کو قبول کیا جائے گا اور وہ اپنے مقروض کے درپئے ہو سکتا ہے۔ قید کرنا اور درپئے ہونا اس لئے جائز کئے گئے ہیں کہ مدعی اپنا حق وصول کرسکے۔ اس بارے میں لوگوں کی طبائع مختلف ہیں' بعض لوگ قید کرانا پسند کرتے ہیں اور بعض درپئے ہونے کو' مدعی جس امر کو مناسب سمجھے اختیار کرسکتا ہے۔

قید ہونے سے پیشتر مفلس ہونے کا ثبوت

مدعا علیہ اگر اپنے مدعی کی معیت میں قاضی کے پاس پیش ہو اور وہ قرضے کا اقرار کرتا ہو' لیکن یہ کہے کہ میں غریب ہوں اور میرے گواہ میرے افلاس پر گواہی دیتے ہیں' تو ان گواہوں کی سماعت نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ صحیح روایت کے مطابق افلاس کے ثبوت پیش کرنے کا وقت قید ہونے کے بعد ہے۔ قید ہونے سے پیشتر اس کے گواہوں کی سماعت نہیں کی جائے گی۔

مریض کی قید

مدعا علیہ اگر جیل میں ایسے مرض کا شکار ہوگیا ہے جس نے اسے لاغر کردیا ہے' تو اگر اس کے پاس کوئی نوکر ہو تو وہ وہیں اس کی خدمت کرے گا لیکن اس کو قید سے نہیں نکالا جائے گا۔ اس لئے کہ قید کو اس لئے مشروع کیا گیا ہے کہ مدعا علیہ کا قلب زچ ہو اور وہ قرض کی ادائیگی میں جلدی کرے مرض کی وجہ سے وہ مزید زچ ہوگا۔ اس طرح وہ قرض کی ادائیگی میں جلدی کرے گا پھر اس کو قید سے نہ نکالنے میں اس کے ہلاک ہو جانے کا خطرہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جیل یا گھر میں اس کا علاج معالجہ یکساں ہے۔ اگر جیل میں اس کے پاس نوکر نہ ہو تو پھر اسے جیل سے نکال دینا چاہئے' نہ نکالا گیا تو اس کے ہلاک ہو جانے کا خدشہ ہے' مقصود اس

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

سے قرض وصول کرنا ہے نہ کہ اس کو ہلاک کرنا۔

کیا مرد عورت کے درپئے ہو سکتا ہے؟

کسی مرد کا کسی عورت کے ذمہ کوئی حق ہو تو مدعی اس عورت کے درپئے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ درپئے ہونے کا مطلب ہے کہ عورت جہاں جائے وہ مرد بھی اس کے ساتھ لگا رہے۔ مرد اس کو ایک جگہ تو قید نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں وہ عورت کے ساتھ تنہائی میں بھی ملے گا' اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں ملنا حرام ہے' البتہ وہ اپنی کسی قابل اعتماد عورت یا لونڈی کو اس کے پاس بھیجے جو اس عورت کے درپئے رہے' وہ عورت جہاں کہیں جائے تو یہ بھی اس کے ساتھ لگی رہے۔

قیدی کو چوروں کی جیل میں منتقل کرنا

اگر قاضی کو خطرہ ہو کہ مدعا علیہ جس جیل میں ہے وہ وہاں سے فرار ہو جائے گا' تو قاضی اس کو چوروں والی جیل میں منتقل کر دے' بشرطیکہ وہاں اس کے لئے ان سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس لئے کہ قاضی اس کی حفاظت کرنے کا ذمہ دار ہے' اگر اسے خطرہ ہو کہ جیل سے بھاگ جائے گا تو اس کو چوروں کی جیل میں منتقل کر دے۔ جس طرح قاضی کو شروع میں کسی ملزم کو اپنی عدالت میں پیش کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور جب اس کو عدالت میں حاضر کرنے کے لئے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اسے اس بارے میں حاکم (افسر علاقہ) سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے اس طرح یہاں بھی یہی صورت ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب قاضی کو وہاں اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اگر ہلاک ہونے کا خطرہ ہو' مثلاً اس کے اور چوروں کے درمیان کوئی عداوت ہو اور قاضی کو یہ علم ہو جائے کہ اگر اسے وہاں منتقل کیا گیا تو چور اسے ہلاک کر دیں گے' تو اس صورت میں قاضی اسے وہاں منتقل نہ کرے' اس لئے کہ اسے ہلاک کرنا مقصود نہیں۔

جیل میں قیدی کے حقوق

اگر قیدی کے پاس جیل میں اس کی لونڈی (جس کے ساتھ وہ جماع کرنا چاہتا ہے) آنا

چاہے تو لونڈی کو اس کے پاس آنے سے نہ روکا جائے بشرطیکہ وہاں جماع کرنے کے لئے کوئی علیحدہ جگہ ہو۔ اس لئے کہ جماع کرنا اس کی جنسی خواہش کا تقاضا ہے' جس طرح اس کے لئے وہاں پیٹ کی خواہش کو پورا کرنا ممنوع نہیں اسی طرح اس کے لئے وہاں جنسی خواہش کو پورا کرنا بھی ممنوع نہیں ۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب اس مقصد کے لئے وہاں کوئی خلوت گاہ ہو' اگر ایسی جگہ نہ ہو تو پھر جیل میں قیدیوں کی موجودگی میں اس کے لئے جماع کرنا ناممکن ہوگا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ابو عبد الملک بہز بن حکیم بن معاویہ بن حیدہ القشیری البصری کی سوانح حیات کے لئے دیکھئے: تہذیب الاسماء واللغات : ۱۳۷/۷ (۸۹)' تہذیب التہذیب ۱: ۴۹۸

۲۔ المصنف ۸: ۳۰۶ (۱۵۳۱۲)' سنن الترمذی ۲: ۴۳۵ (۱۴۳۷)' سنن ابی داود ۳: ۳۱۴' سنن النسائی ۸: ۶۷' مجمع الزوائد ۴: ۲۰۳' المستدرک ۴: ۱۰۲' التلخیص علی المستدرک ۴: ۱۰۲' السنن الکبری ۶: ۷۷' نصب الرایۃ ۳: ۳۱۰۔ ۳۱۲' الدرایۃ ۲: ۹۵(۶۳۱)' اقضیۃ رسول اللہ : ۴' السنن الکبری ۶: ۵۳

۳۔ دیوان الحطیئۃ بشرح ابن السکیت والسکری والسجستانی تحقیق نعمان امین طہ ۱۹۵۸/ ۱۳۷۸ ص ۲۰۶

۴۔ بعض نسخوں میں بذلت ہے۔

۵۔ لسان العرب (خیس) ۶: ۷۴

۶۔ المبسوط ۳۰: ۸۸' لسان العرب (مادہ خیس) ۶: ۷۴' مادہ کیس ۶: ۲۰۱' النہایہ فی غریب الحدیث (مادہ خیس) ۲: ۹۲' مادہ کیس ۴: ۲۱۸' اقضیۃ رسول اللہ : ص ۵' حاشیہ الطحاوی ۳: ۱۸۵

۷۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱: ۲: ۷۰ رقم ۹۳

۸۔ السنن الکبری ۶: ۴۹' سنن ابی داود ۴: ۲۳ (۳۹۳۴)' مسند امام احمد ۲: ۳۴۷' صحیح البخاری (الشرکہ) ۲: ۵۱' (العتق) ۲: ۵۳' صحیح مسلم ۲: ۱۱۳۹(۱۵۰۱)' جامع الاصول ۹: ۴۵ (۵۸۹۷)' نصب الرایۃ ۳: ۲۸۲' الدرایۃ ۲:۸۶ (۶۱۹)' تلخیص الحبیر ۴: ۲۱۲ (۲۱۳۸)' النہایہ فی غریب الحدیث ۲: ۴۹۰' (الشقص)

۹۔ ابو عبید الہروی کہتے ہیں کہ الجابیہ الجوابی کا واحد ہے' یہ حوض کی طرح ایک گڑھا ہوتا ہے دیکھئے کتاب الغریبین (غریبی القرآن والحدیث) تحقیق الطناحی ۱: ۳۱۶ (مادہ ج ب ذ) نووی کہتے ہیں کہ جابیہ ایک

حوض کا نام ہے جس میں کثرت سے پانی ہوتا تھا' تھذیب الاسماء واللغات ۲: ۶۰ (ج ب د) فیروز آبادی کہتے ہیں کہ جابیہ دمشق کے قریب ایک بستی کا نام ہے' دمشق کے دروازوں میں سے ایک باب الجابیہ بھی ہے (مادہ ج ب د) القاموس المحیط ۴: ۳۱۲

۱۰۔ اس حدیث کی تخریج کے لئے دیکھئے دفعہ نمبر ۱۷۴

۱۱۔ اخبار القضاۃ ۱: ۱۱۲' ۹۰۲

۱۲۔ صحیح بخاری ۱: ۶۳' اخبار القضاۃ ۲: ۳۱۳' المصنف ۸: ۳۰۵۔ ۳۰۶ (۱۵۳۱۰)

۱۳۔ النساء : ۵۷' الدر المنثور ۲: ۱۷۴۔ ۱۷۶' تفسیر الطبری ۸: ۴۹۰۔ ۴۹۴' مختصر تفسیر الطبری ۱: ۱۱۲' تفسیر القرطبی ۵: ۲۵۵۔ ۲۵۷' احکام القرآن ۲: ۲۰۷۔۲۰۹' تفسیر الخازن ۱: ۴۵۷۔ ۴۵۸' تفسیر البغوی ۱: ۴۵۷۔ ۴۵۸' تفسیر ابن کثیر ۱: ۵۱۵۔۵۱۶

۱۴۔ اسباب النزول (الواحدی) ص: ۹۰' تفسیر البغوی ۱: ۴۵۷' تفسیر الخازن ۱: ۴۵۷' تفسیر القرطبی ۵: ۲۵۶

۱۵۔ اخبار القضاۃ ۲: ۴۱۳ ۔ ۴۲۸' المصنف ۸: ۳۰۶ (۱۵۳۱۱)

۱۶۔ السنن الکبری ۶: ۵۳

۱۷۔ الدرایۃ ۲: ۱۹۹ (۸۸۳)' صحیح البخاری (الوکالۃ ۲: ۲۹ (الاستقراض) ۲: ۳۸' ۳۹' (الھبۃ) ۲: ۶۲' ۶۳' صحیح مسلم ۳: ۱۲۲۵ (۱۶۰۱)' سنن الترمذی ۲: ۳۸۹' (۱۳۳۱)' المصنف للصنعانی ۸: ۳۱۷ (۱۵۳۵۸)' سنن ابن ماجۃ ۲: ۸۱۰ (۲۴۲۶)' مسند امام احمد ۲: ۴۱۶' ۴۵۶' ۶: ۲۲۸' الجامع الصغیر ۲: ۱۶' المقاصد الحسنہ : ۱۱۷(۲۳۰)' کشف الخفاء ۱: ۲۷۳ (۷۱۷)' نصب الرایۃ ۴: ۱۶۶

۱۸۔ اسبیجاب ترکی کی سرحد پر ایک بڑا شہر ہے جو تاشقند اور سیرام کے درمیان واقع ہے' اس شہر سے فقہاء کی ایک جماعت پیدا ہوئی تھی' ان میں ایک قاضی احمد بن منصور ابو نصر الاسبیجابی ہیں' یہ مختصر الطحاوی کے شارحین میں سے ہیں اور اپنے ملک میں فقہ کے ایک متبحر عالم تھے' الجواہر کے مصنف کہتے ہیں کہ ابو حفص عمر بن محمد النسفی نے کتاب القند کی تاریخ سمرقند میں ان کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب یہ سمرقند میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں نے ان کو فتوی دینے کی مسند پر بٹھا دیا اور جملہ دینی امور سے متعلق ان کی طرف رجوع کیا جانے لگا' ان کی وفات کے بعد ان (ابو حفص) کو ایک صندوق ملا جس میں ان کے بہت سے فتوے تھے اور ان میں ان کے ہمعصر فقہاء نے کئی غلطیوں کی نشان دہی کی تھی' اس لئے انہوں نے ان فتووں کو اپنے گھر میں چھپا کر رکھ لیا تاکہ لوگوں کے سامنے یہ غلطیاں ظاہر نہ ہوں اور جو کچھ انہوں نے فتوی پوچھنے والوں کے پاس چھوڑا تھا وہ بھی ان سے لے کر اپنے پاس رکھ لیا تاکہ لوگ اس غیر صحیح مواد پر عمل پیرا نہ ہوں' اس نے دوبارہ ان سوالات کو لکھا اور ان کے صحیح جوابات تیار کئے' کشف الظنون کے مطابق ان کی وفات ۴۸۰ھ میں ہوئی۔ مزید دیکھئے: الجواھر المضیۃ ۱: ۱۲۷ (۲۶۰)' الفوائد البھیۃ : ۴۲' اللباب فی تھذیب انساب السمعانی لابن الاثیر ۱: ۵۶

دوسرے صاحب مصنف ہدایہ کے استاد علی بن محمد بن اسماعیل بن علی بن احمد بن اسحاق الاسبیجابی ہیں جو شیخ الاسلام سے مشہور ہیں' الجواہر کے مصنف کہتے ہیں کہ ان کا تعلق بھی اسبیجاب شہر سے ہے یہ سمرقند میں سکونت پذیر تھے اور وہاں کے مفتی اور پیشوا تھے' اپنے دور میں ماوراء النہر میں جتنا ان کو

مذہب حنفی پر عبور تھا ان کے مقابلے میں اس طرح کا اور کوئی شخص نہیں تھا' ان کے کئی شاگرد تھے' انہوں نے علم کی نشر و اشاعت میں اپنی طویل عمر صرف کی' سمعانی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جملہ مسموعات کی مجھے تحریری اجازت دی تھی' ان کی پیدائش بروز سوموار مورخہ ۷ جمادی الاولی ۴۵۴ھ کو ہوئی اور بروز سوموار مورخہ ۲۳ ذوالقعدہ ۵۳۵ھ کو سمرقند میں وفات ہوئی' مصنف ہدایہ اپنے استاد کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں کافی عرصہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا' میں نے ان کی تدریسی اور نظری محفلوں سے کئی فوائد حاصل کئے اور ان کے جو فتوے الزیادات' المبسوط اور الجامع میں موجود ہیں ان سے بھی فیض یاب ہوا' انہوں نے مجھے فتوی دینے کی آزادی دے رکھی تھی اور اس مقصد کے لئے انہوں نے مجھے ایک طویل خط لکھا تھا' البتہ میں ان سے روایت کرنے کے معاملے میں ان سے اجازت نہ لے سکا' ان کی سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے: الجواھر المضیة ۱: ۳۷۰۔ ۳۷۱ (۱۰۲۲)' الفوائد البھیة: ۱۲۴' تاج التراجم: ۴۴۔ ۴۵ (۱۳۳)' طبقات الفقھاء (طاش کبری زادہ): ۹۶' طبقات ابن الحنائی (مخطوطہ): ورقہ ۲۷ آ' رسالہ فی بیان السلف من العلماء الراسخین (مخطوطہ): ورقہ ۶ ب۔

"مذہب یا سیاست"

تم کسی قوم کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو
دو ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار

یا کوئی جذبۂ دینی تھا کہ جس نے دم میں
کہ دیا ذرۂ افسردہ کو ہمرنگِ شرار

ہے یہ وہ قوتِ پرزور کہ جس کی ٹکر
سنگِ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشتِ غبار

اس کی زد کھا کے لرز جاتی ہے بنیاد زمین
اس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہیں اوراقِ دیار

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے
کھیلنے جاتے تھے ایوان کہ کسرئ میں شکار

وہ اُلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں
جنکے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار

اس کی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم
بن گئی دہر میں جا کر چمن آرائے بہار

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن
فاش کرنے لگے جبریل امیں کے اسرار

یا کوئی جاذبۂ ملک و وطن تھا جس نے
کر دیئے دم میں حوائے عملی سب بیدار

ہے اسی مے سے یہ سرمستی احرارِ وطن
ہے اسی نشے سے یہ گرمی ہنگامۂ کار

آپ دونوں سے کیسے دیتے ہیں ہم کومحروم
نہ سیاست ہے نہ ناموسِ شریعت کا وقار

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا